ڈاکٹر شبیر احمد قادری

ترقیمہ

Text occupies an important place in the research. Similarly editing and emendation also revolve around text. Research not only determines of the text but is also wide opens the doors of new dimensions of inquiry. In this process factors like external and internal evidences, orthography and script are kept in view. In the methodology of research and editing Tarqeema (epilogue) also enjoys a unique status. Epilogue is written by the writer at the end of old manuscripts and books. It provides valuable information about the author, text, year of writing and social and political contexts. In this article, aspects like definition, scope, significance and utility of the Tarqeema are explored.

عہدِ قدیم میں مخطوطوں کی ترسیل کے ذرائع محدود تھے۔ سو حسبِ ضرورت اسے بار بار کتابت کے عمل سے گزارا جاتا اور اس مقصد کے لیے بالعموم کسی خوش نویس کی خدمات حاصل کی جاتیں جو متن کے اختتام پر اپنا نام مع تاریخ لکھ دیتا۔ اصطلاحِ تحقیق میں اسے ترقیمہ کہتے ہیں۔ ترقیمہ کی موجودگی کتاب یا قلمی نسخے کے حوالے سے کئی امور و معاملات حل کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس سے سن و سالِ کتابت کے تعین کے ساتھ ساتھ اس بات کا علم بھی ہو جاتا کہ کتابت کا دورانیہ کیا تھا۔ متن کی کتابت، مصنف یا کسی اور شخص کی فرمائش پر کی گئی اس سے نسخہ منقول عنہ کے ساتھ ساتھ خود کاتب کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

متن کے مطالعہ اور تنقید و تصحیح کے ذیل میں ترقیمہ ایسی خارجی شہادت فراہم کرتا ہے جو دیگر شہادتوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر کتاب یا مخطوطے کے آغاز پر مصنف کی طرف سے کوئی ایسا اشارہ فراہم نہ کیا گیا ہو جس سے متن کے زمانے کا تعین نہ ہو سکے اور کوئی ایسی شہادت بھی نہ مل رہی ہو، جو مسئلے کے حل میں مدد دے تو ترقیمہ کی موجودگی پر انحصار لازم ہے۔ اگر ترقیمہ مکمل ہو یعنی اس میں مصنف کا نام، کتاب کا نام، تاریخ آغازِ کتابت، تاریخ اختتامِ کتابت، جس شخص کی فرمائش پر کتابت کی گئی، شہر کا نام وغیرہ کا ذکر موجود ہو تو محقق کو سن و سال کے تعین میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی ترقیمے میں مذکورہ بالا تمام باتوں کی موجودگی ضروری قرار نہیں دیتے۔ انھوں نے اپنی کتاب میں نظام الدین ممنون کے نسخہ پٹیالہ کے ترقیمے کی عبارت نقل کی ہے:

> "تاریخ بست و پنجم ماہ رمضان المبارک ختم شد سنہ ۱۲۵۰ ہجری مطابق سنہ ۱۸۳۵ء این دیوان ملک سید عون علی، ساکن سونی پت مہر کہ دعویٰ کند باطل گردد"

یہ ترقیمہ نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے رائے ظاہر کی ہے کہ یہ تحریر کسی ایسے شخص سے متعلق ہے جو خود سونی پت کا رہنے والا ہے۔ جو نظام الدین ممنون کا آبادی وطن تھا۔ اس کے ساتھ جو سنہ درج کیا گیا ہے اور اسے ان کی وفات

(۱۲۶۰ھ) سے دس سال پہلے ان کے وطن میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ نسخہ بہت اہم ہو جاتا ہے[۱]۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے ایسے قلمی نسخوں جن میں کوئی اجمالی یا تفصیلی تاریخ کتابت موجود نہ ہو، تاریخ کتابت کے اندراج یا عدم اندراج کے اعتبار سے قلمی نسخوں کو چار سمتوں میں تقسیم کیا ہے:

الف : وہ نسخے جن کے ساتھ کوئی ایسا ترقیمہ موجود ہے جس میں تاریخ تحریر مع ضروری تفصیلات (یعنی وقت، مقام، نام کاتب، فرمائش وغیرہ) موجود ہے۔

ب : جن میں صرف تاریخ کتابت اختصار کے ساتھ ملتی ہے۔

ج : تاریخ کتابت موجود ہے مگر ناقص۔

د : تاریخ کتابت یا ایسا کوئی ترقیمہ موجود ہی نہیں جس سے فی الجملہ زمانہ کتابت پر کوئی روشنی پڑتی ہو۔ تاریخ کتابت کی عدم موجودگی کاتب متن کے تساہل کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ متن کے اول و آخر حصول کے ضائع ہو جانے کی وجہ سے کوئی نسخہ تاریخ کتابت سے محروم ہو گیا ہو۔"(۲)

ترقیمہ کا ماخذ رقم ہے جس کے معنی ہیں لکھنا۔

شان الحق حقی لکھتے ہیں:

"کتاب یا مخطوطے کے آخر میں لکھی ہوئی عبارت جس میں عموماً کاتب کا نام اور تاریخ وغیرہ درج ہوتی ہے۔"(۳)

گیان چند کی رائے ملاحظہ ہو:

"مخطوطے کے آخر میں کاتب کی اختتامیہ عبارت جس میں کاتب کا نام، مالک کتاب یا فرمائش کنندہ کا نام، زمان و مکان کتابت، اختتامی شعر وغیرہ میں سے کچھ یا سب دیے ہوں۔"(۴)

بعض لغات میں لفظ 'ترقیم' بھی ملتا ہے۔

"رقم، لکھنا، تحریر، لکھتم، نوشت (۵)

☆

لکھنا، تحریر کرنا، تحریر، لکھت (۶)

تحقیق حقائق کی دریافت اور پہلے سے معلوم حقائق پر نظر ثانی کا نام ہے۔ جب کہ تدوین کی منزل متن کی خوشبوؤں میں بسی رہتی ہے۔ متن مصنف کی اصل عبارت کو کہا جاتا ہے جسے پڑھا جا سکے مگر ڈاکٹر خلیق انجم کا موقف مختلف ہے، وہ کہتے ہیں کہ متن کی عبارت اگر پڑھی نہ جا سکے تب بھی وہ متن ہی کہلائے گی۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"نقاد متن کی زبان سے واقف ہو یا نہ ہو ہر صورت میں لکھی ہوئی عبارت متن کہلائے گی۔"(۷)

ترقیمہ کا تعلق متن کے بجائے متن کے زمانہ تحریر کے تعین سے ہے چونکہ ترقیمہ کاتب لکھتا ہے۔ اس لیے کاتب متن پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ مصنف اور کاتب کی غلطیاں ہی ہیں جو مطالعہ متن کا جواز مہیا ہیں اور اس سے کئی اہم مسئلے حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے متنی تنقید کے تناظر میں ترقیمے کے جو مفاہیم بیان کیے ہیں۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت اہم ہیں:

1۔ ترقیمہ لکھنے سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ متن ختم ہو گیا۔

2۔ ترقیمہ لکھنے والا خود کتاب کا مصنف ہو سکتا ہے اور نقل نویس کاتب بھی۔

3۔ وہ لفظ، الفاظ یا منثور یا منظوم عبارت ترقیمہ کہلاتی ہے جو مخطوطے کا نقل نویس متن کے اختتام پر لکھتا ہے۔

4۔ خاصی تعداد میں مخطوطات اور قدیم مطبوعہ کتابیں ایسی ہیں جن پر ترقیمہ نہیں لکھا گیا۔

5۔ مخطوطے کا کاتب بعض اوقات ترقیمے میں یہ اطلاع دیتا ہے کہ اس نے کب، کہاں اور کس سن میں مخطوطے کی کتابت کی۔

6۔ یہ ضروری نہیں کہ ترقیمے میں یہی تین اطلاعات ہوں۔ اطلاعات ان تینوں سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں اور کم بھی۔

7۔ خود مصنف اگر مخطوطے کا کاتب نہیں تو بعض اوقات کاتب اپنا نام لکھتا ہے۔ سنہ کتابت اور مقام کتابت کے بارے میں اطلاع دیتا ہے۔

8۔ اگر کسی صاحب کی فرمائش پر مخطوطہ نقل کیا گیا ہے تو فرمائش کرنے والے کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

9۔ کبھی کبھی ترقیمے میں وہ اطلاعات بھی دی جاتی ہیں جو مخطوطے کے مقدمے میں دی جانی چاہئیں۔

10۔ ہمیشہ ضروری نہیں کہ کاتب مخطوطے کا ترقیمہ لکھے۔ بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ کسی مخطوطے پر ایک کاتب نے ترقیمہ لکھا بعد کے کاتب نے وہی ترقیمہ نقل کر دیا۔ ایسی صورت میں مخطوطے کے زمانۂ تحریر کا تعین مشکل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے متنی نقاد کو تنقیدی اڈیشن تیار کرنے کے لیے یہ طے کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ وہ کس نسخے کو بنیادی نسخہ بنائے۔

11۔ ترقیموں کا مطالعہ بہت محققانہ انداز میں کیا جانا چاہیے۔" (۸)

جب کسی مخطوطے کے ابتدائی اور آخری صفحات ضائع ہو جائیں اور ترقیمہ بھی موجود نہ ہو تو متنی نقاد کو داخلی شہادت پر انحصار کرنا ہوتا ہے اور اس کے لیے اچھی خاصی مہارت درکار ہوتی ہے۔ بعض اوقات داخلی شہادتوں کی مدد سے معلوم حقائق کا ابطال بھی کیا جاتا ہے جیسا کہ حافظ محمود شیرانی نے پرتھوی راج راسا کے حوالے سے کیا اور تاریخی تناظر میں اس کتاب کو جعلی ثابت کیا۔ ممتاز محقق مشفق خواجہ نے "جائزۂ مخطوطات اُردو" کے نام سے کتاب لکھی تو اس میں بھی علاوہ دیگر تحقیقی لوازم کے ترقیموں کی مدد سے بھی حقائق تک رسائی حاصل کی۔ مشفق خواجہ نے مخطوطے کے تعارف میں کتب خانہ، خط، کیفیت آغاز، اختتام، خصوصیات، دیگر نسخے، مطبوعہ نسخے، مصنف اور ماخذ وغیرہ کے عناوین مقرر کیے ہیں۔ جائزۂ مخطوطات اُردو مشفق خواجہ کی مخطوطہ نویسی کا شاہکار نمونہ ہے۔ اس میں مذہبیات، ادبیات، معقولات اور کئی ذیلی عنوان دے کر دستیاب مخطوطوں اور ان کے مندرجات و مشمولات کا ایک ایک کر کے تعارف کرا دیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مختلف ترقیمے نقل کیے جائیں۔

"بعون الملک الوہاب نسخہ طبقات الشعرا"

بموجب فرمائش خان مہربان دوست محمد خان خلف الصدق خان صاحب نصرت خاں حاکم

بخط بندۂ احقر العباد فیض علی بتاریخ نہم شہر رجب بروز پنج شنبہ وقت سہ پہر ۱۲۰۱ھ" (۹)

"کاتب بندہ مرزا فدا حسین ولد آقا مرزا صاحب ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۱۹ ہجری ملک لکھنؤ مکان احمد گنج در سی

سی لام، این تصنیف استاذ زمانہ لعبد خاقانی شیخ غلام ہمدانی و مصحفی تخلص دارد کتبہ محمد علی بیگ خاک پائے جلالی

بار روز یوم شہر صفر ۱۲۳۸ تمام شد۔ تمت الکتاب بعون الملک الوہاب۔" (۱۰)

بعض ترقیموں میں کاتب مصنف کے ذکر کے ساتھ ساتھ بادشاہِ وقت کا ذکر تخت نشینی کے سال (جلوس) کی مناسبت سے کرتے ہیں۔ اس سے مخطوطہ یا تصنیف کے سیاسی اور تاریخی پس منظر پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مشفق خواجہ نے "دواوین و کلیات" کے عنوان کے تحت سب سے پہلے دیوان آبرو (مصنف محمد مبارک شاہ آبرو) کا ذکر کیا ہے۔ اس کا ترقیمہ ملاحظہ ہو:

"تمت دیوان ریختہ محمد مبارک آبرو سلمہ اللہ تعالیٰ بروز یک شنبہ بتاریخ بست و نہم صفر ختم اللہ بالخیر والظفر در عہد محمد شاہ بادشاہ غازی سنہ ۱۳ ر جلوس والاقلمی شد" (۱۱)

ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے لکھنؤ کا دبستانِ شاعری میں اپنے ہاں مثنوی سحر البیان کے ایک قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۲۰۶ ہجری کے

بارے میں بتایا ہے۔ ڈاکٹر مختارالدین احمد علی گڑھ کے اس نسخے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ : مثنوی میر حسن دہلوی: یونیورسٹی اردو احب: ۶۲ ابتدائی اوراق غائب، تعداد معلوم نہیں، سطر ۱۵، ابتدا میں لکھا ہوا شعر نقل کرنے کے بعد ترقیمے کے الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

> ”نسخہ کتاب مثنوی تصنیف میر حسن بتاریخ ۱۶؍شعبان المعظم ۱۲۹۶ ہجری مکتوبہ شیوراج سنگھ برائے خاطر داشت لالا مان سنگھ“ (۱۲)

مشفق خواجہ مرحوم نے اپنی کتاب میں ایک ترقیمے کے مشمولات کی تغلیط ثابت کی ہے۔ حافظ فضل علی ممتاز کا مخطوطہ انجمن ترقی اُردو، کراچی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس مخطوطے کے کاتب کا نام حسن علی ہے۔ آیئے پہلے ترقیمہ ملاحظہ کیجیے:

> ”دیوان طبع زاد حضرت نواب عمدۃ الامرا بہادر مرحوم مرقوم نوزدہم شہر ربیع الاول، کاتب حروف حسن علی، و پنجاہ و یک غزل مع رباعی دریں مسودہ داخل است تمام شد“ (۱۳)

مشفق خواجہ دیوان ممتاز کے اس ترقیمے کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ کاتب نے اس دیوان کو ایک دوسرے شاعر سے منسوب کیا ہے۔۔۔نیز کاتب نے غزلیات و رباعیات کی تعداد بھی غلط لکھی۔ خواجہ صاحب نے اس ضمن میں جو حاشیہ لکھا ہے۔ اس میں رقم طراز ہیں کہ اس غزل کے مقطع میں تخلص ممتاز نظم ہوا ہے، لیکن زبان و بیان کے اعتبار سے یہ حافظ فضل علی کی نہیں بلکہ اسی تخلص کے ایک دوسرے شاعر نواب عمدۃ الامرا والی ارکاٹ کی ہے۔ (۱۴) خواجہ صاحب نے مصنف کے بارے میں مزید بتایا ہے کہ نام فضل علی، تخلص ممتاز اور حافظ قرآن ہونے کی وجہ سے حافظ مشہور تھے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کا نام حافظ علی، حافظ تفضل علی، یا میر امانت علی لکھا ہے جو درست نہیں۔ ممتاز دلی کے رہنے والے تھے اور وہاں کے شیخ زادوں میں سے تھے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے انھیں فیض آباد کا باشندہ بتایا ہے، یہ بھی درست نہیں۔ (۱۵)

بعض کاتب ترقیمہ لکھتے ہوئے مصنف کے اسلوب اور زبان و بیان کو ہدف تنقید بھی بناتے ہیں۔ اس لیے کہ اس عہد کے کاتب بالعموم صاحب ذوق ہوتے تھے۔ کئی تو خود شاعری کرتے اور نثر لکھتے ہیں۔ سو کسی مصنف کی نظم و نثر کی کتابت مکمل کرنے کے بعد وہ تنقیدی رائے بھی جز و ترقیمہ بنا دیتے جو کتابت کے دوران میں وہ قائم کرتے تھے۔ اس نوع کے ایک ترقیمے کی عبارت ملاحظہ ہو۔ یہ ترقیمہ میر محمد عطا حسین خاں تحسین کی تصنیف ''نوطرز مرصع'' کا ہے جو کتب خانہ انجمن ترقی اُردو کراچی میں محفوظ ہے:

> ”تمام شد قصہ اول بخط بدخط بندہ شیودا رایں بپاس خاطر لالہ صاحب کرم فرما مظہر محاسن خوبی ہا لالہ کدار ناتھ صاحب در مقام پٹیالہ بتاریخ دوم شہر ج [جمادی] الاول سنہ ۱۲۳۳ مطابق پھاگن سدی پنج زینت نگارش یافت۔ فہوا خاطر زبان دانان اُردو وخوش کلامان سنجیدہ گویا کہ مصنف ایں قصہ شاعر مستعد و صاحب استعداد معلوم می شود مگر از زبان اُردو مہر سو آگاہی نہ داشت۔ عبارتے کہ نوشتہ بہست از زبان اُردو بہر افرسنگ تفاوت دارد۔ ایں تشبیہات و تمہیدات در زبان فارسی زیبا است نہ کہ در زبان گفت و گو و روزمرہ مسلمان و ہندو تعین ہست (دوالفاظ خوان) انگریز ہم ایں زبان را نہ پسند ید۔ ایں قصہ را شخصے دیگر بزبان اردو محاورہ دل جو صاف صاف خوب نوشتہ ہست و در کلکتہ آں را رواجے شدہ و در چھاپہ سطور گردیدہ مشہور و معروف گردیدہ ہست۔ ایں عزیز بطور قصہ خوانان بازاری ایں حکایت را نہایت طوالت دادہ است ہرگز بزبان اُردو مناسبت ندارد۔ برائے اطلاع نوشتہ شد“ (۱۶)

مشفق خواجہ مرحوم نے کاتب کے اس تنقیدی انداز کو پسند کیا ہے۔ ان کے نزدیک اس مخطوطے کا کاتب کوئی ذی علم اور صاحب ذوق شخص ہے۔ تحسین کی زبان کے بارے میں اس کی رائے لائق توجہ ہے۔ کاتب نے ''نوطرز مرصع'' کے مقابلے پر میر امن کی ''باغ و بہار'' کو زبان و بیان کے اعتبار سے پسند کیا ہے۔ گو اس نے ''باغ و بہار'' کا نام نہیں لیا۔ لیکن ترقیمے کی آخری

سطور میں اس کا ذکر کیا ہے۔(۱۷)

ترقیموں کی ایک نوعیت فرمائشی ترقیموں کی بھی ہے۔ عام ترقیمے مصنف کی خواہش پر لکھے گئے نسخے کے اختتام پر لکھے جاتے جب کہ بعض نسخے کسی شخص کی فرمائش پر تیار کیے جاتے تھے اور کاتب مصنف کے نام کے علاوہ فرمائش کرنے والے کا نام بھی ترقیمے کا حصہ بناتے۔ ان فرمائش کرنے والے کا نام بھی ترقیمے کا حصہ بناتے۔ ان فرمائشی متون کی تیاری دراصل اس عہد میں طباعت کی خاطر خواہ سہولتوں کے فقدان، کاغذ کی کم یابی، مصنف، خاص طور پر شعرا کی روایتی کاہلی، وسائل کی عدم دستیابی اور متون کی تیاری کے دیگر لوازم کی کمی کے باعث تھی۔ سو ایسے میں بالعموم خوش نویس حضرات کی خدمات حاصل کرنا ناگزیر ٹھہرتا۔ زمانے کے رواج کے مطابق متن کے آخر پر کاتب اپنا نام، فرمائش کرنے والے کا نام، مخطوطے کا نام، مصنف یا شاعر کا نام، تاریخ آغاز کتابت، تاریخ اختتام کتابت وغیرہ کی ترقیم لازمی خیال کرتا۔ یہاں چند ایسے ترقیمے نقل کرتا ہوں، جن کے متون کی تیاری کسی کی فرمائش پر ہوئی:

”دیوان کلیات میر حسن مع مثنویات بموجب حکم حضور پرنور نواب قبلہ فیاض زماں نواب احمد علی خان بہادر دام اقبالہ، بدستخط ـــ محمد رحیم اللہ باتمام رسید ۱۲۵۳ھ“(۱۸)

فہرست مخطوطات مخزونہ ادبیات اُردو حیدرآباد جلد دوم میں بعض نسخوں کا تعارف مختصر طور پر کرایا گیا، جس سے ان کی تاریخ کتابت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہ ترقیمہ بھی فرمائشی متن کی کتابت کے نتیجے میں لکھا گیا:

”دیوان درد (تمت بالخیر) کتاب دیوان خواجہ میر درد حسب فرمائش مشفق محمد حسین جمع دار ارقام یافت ـــ تسطیر از دست خاک پائے خلق اللہ سید اسرار علی شاہ، ساکن نزل، بتاریخ سلخ ذی الحجہ، یوم دوشنبہ، وقت یکپاس در ساعت مشتری ارقام اختتام شد“(۱۹)

حکیم غلام مولیٰ قلق کی کلیات کلب علی خاں فائق نے ترتیب دے کر مجلس ترقی ادب لاہور کی جانب سے شائع کیا۔ اس کلیات میں درج ترقیمہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

”الحمد للہ کہ یہ کلیات فصاحت و بلاغت آیات از تصنیفات شاعر بے بدل، ناظم بے مثل حکیم غلام مولیٰ عرف حکیم مولا بخش متخلص بہ قلق رئیس میرٹھ شاگرد رشید جناب حکیم مومن خاں صاحب مرحوم و مغفور حسب فرمائش بابو محمد عبداللہ صاحب اکومنٹ میر جمن سلمہ اللہ و بہ کتابت کم ترین آفاق میرزا عبدالرزاق در مطبع انصاری دہلی بہ قالب طبع درآمد فقط“(۲۰)

ترقیمہ کی ایک صورت منظوم ترقیمے کی بھی ہے۔ بعض ترقیموں کا آغاز نثر اور اختتام چند شعروں پر ہوتا ہے اور دوسری صورت مکمل نظمیہ ترقیمے کی ہے۔ اس کی ایک مثال ”کلیاتِ سودا“ سے نقل کرتا ہوں:

چہ سودا شاعر نادر بیاں بودہ کہ تصنیفش
مسخر می کند از بندشِ مضمون و
منقش کرد، خوش کلک گہر ایں نقش نارنجش
چہ جادو طبع گردیدہ کلامِ خضر“(۲۱)

ایک ترقیمہ ملاحظہ ہو جس کا آغاز اشعار سے ہوا اور اختتام نثر پر۔ محمود بیگ راحت کی مثنوی جشت عدل مع واسوخت سے یہ ترقیمہ دیکھیے:

کاتب 'جشت عدل' تھا یہ چیت رام

راست ہے یہ، اس میں نہیں کچھ دروغ
کر چکا جب مثنوی لکھ کر تمام
ختم کی تاریخ لکھی با فروغ

''الحمدللہ کہ مثنوی ہشت عدل مصنفہ جناب مرزا محمود بیگ راحت تخلص دہلوی مطبع منشی نول کشور صاحب واقع پٹیالہ میں باہتمام خاکسار سید محمود علی مہتمم ومنیجر کے فروری ۱۸۷۳ء میں طبع ہوئی۔ فقط تمت۔'' (۴۲)

عصر حاضر کی تصانیف میں ترقیمہ نگاری کا عمل ترک کر دیا گیا ہے۔ہاں خاتمہ کتاب سے ملتے جلتے ناموں سے کبھی کبھار کوئی کتاب مل جاتی ہے۔مگر سوال یہ ہے کہ کیا ''خاتمہ کتاب، یا تمت شد'' جیسی تحریروں کو ترقیمہ کہا جا سکتا ہے اس سوال کا جواب ہمیں خلیق انجم کے ہاں ملتا ہے۔فرماتے ہیں کہ:

''میں اسے ترقیمہ نہیں، خاتمے کی عبارت کہوں گا۔'' (۴۳)

ڈاکٹر خلیق انجم کا یہ موقف صد فی صد درست ہے۔اس لیے کہ بعض کتابوں میں ''خاتمہ کتاب'' کاتب کے بجائے پرنٹنگ پریس کے مالک کی طرف سے لکھا جاتا ہے۔میں اس کی ایک مثال ''بد ماوت اُردو'' سے پیش کرتا ہوں۔''بد ماوت اُردو'' جسے تصنیف دو شاعر کہا جاتا ہے۔میر ضیاء الدین عبرت اور غلام علی عشرت کی تصنیف ہے۔اس کتاب کا خاتمہ کتاب مطبع کے مالک محمد مصطفیٰ خاں نے لکھا ہے۔''خاتمۃ الطبع'' کے نام سے خاتمے کی عبارت ملاحظہ ہو:

''سبحان اللہ! خامۂ داستان طراز کیوں کر محو سجدۂ شکر کا رساز نہ ہو جائے اور گرد کدورت طبائع مصفا سے کس طرح سر دست نہ دھو جائے کہ بیچ ان ایام عشرت فرجام کے کتاب بد ماوت اُردو کی مصنفات میر ضیاء الدین عبرت و غلام علی عشرت سے قالب طبع میں آئی اور بندۂ اثیم محمد مصطفیٰ خاں ولد حاجی محمد روشن خاں غفر اللہ لہ، الکریم نے بیچ اپنے چھاپہ خانے واقع بیت السلطنت کا تسلسل ہمیں متعدد کتب میں دیکھنے پڑھنے کو ملتا ہے۔ اس نوعیت کی اختتامی تحریروں کا مقصود مصنف کی جانب سے اظہار عجز کے ساتھ ساتھ تصنیف کی نمایاں خوبیوں کی طرف اشارہ کرنا ہوتا۔محمد بخش مہجور کی تصنیف ''نورتن'' کی لکھنؤ محلہ محمود نگر کہ معروف بمطبع مصطفائی ہے اس کی تکمیل طبع سے فراغت پائی۔''

مصنف کی طرف سے خاتمہ کتاب لکھنے کی روایت کا تسلسل ہمیں متعدد کتب میں دیکھنے پڑھنے کو ملتا ہے۔اس نوعیت کی اختتامی تحریروں کا مقصد مصنف کی جانب سے اظہار عجز کے ساتھ ساتھ تصنیف کی نمایاں خوبیوں کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔محمد بخش مہجور کی تصنیف ''نورتن'' کی اختتامی تحریر ''در خاتمہ کتاب گوید'' کے نام سے ملاحظہ ہو:

''بفضل ملک الوہاب یہ کتاب انتخاب مرتب بہ وباب پر از حکایات نایاب مسمّیٰ 'انشاء نورتن' رشک چمن، مہجور دل رنجور، پر قصور، بے شعور نے اختتام کی، لیکن دوستان صادق اور محبان واثق کی خدمت فیض درجت میں عرض ہے کہ اس انشا چلبلی نزاد کو ناتہ قرطاس پر محمل نشین کرکے طبع وحشت زدہ نے وادی عبارت پر فصاحت میں مجنوں صفت سار بانی با مہار سحابی کی ہے۔جس جا کا ما کام اشتر الفاظ کا غلطی سے پہلو تہی پڑے تو اس کو دست شفقت سے بہ حد صحت پہنچاویں اور اگر اس گلدستۂ نورستہ کی سیر بہار سے دل کو فرحت ہو تو اس روسیاہ پر گناہ کے حق میں دعائے خیر کریں تاکہ بہ وسیلہ نجات عالی درجات سے یہ دل افسردہ مثل گل پژمردہ باغ جناں میں سایہ طوبیٰ کے ہمسائے میں سرسبز ہو، بقول جامی علیہ الرحمۃ:

ابیات

ہر کہ خواند طمع دعا دارم   زانکہ من بندۂ گنہ گارم

آنکہ مارا کند بہ نیکی یاد　　　　　نام او در جہاں بہ نیکی یاد (۲۵)

مولانا محمد حسین آزاد کی تصنیف ''آبِ حیات'' کا خاتمہ کتاب مصنف کے اسلوبِ خاص کا ترجمان ہے۔

ترتیبِ متن اور تصحیحِ متن کے ذیل میں محقق کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ بیان سے باہر ہیں۔ متن کی غلطیوں کو منشائے مصنف کے مطابق ہی ترتیب دیا جانا چاہیے تاہم کاتبوں کی غلطیوں کے باعث متن کا مطالعہ اپنے دامن میں کئی دقتیں لے کر آتا ہے۔ قدیم دور کے کاتب نقطوں کا زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے، جس کی وجہ سے متن کے الفاظ اور معانی کہیں دور جا پڑتے ہیں۔ اس سے اختلافِ نسخ کے مسائل جنم لیتے ہیں، جن کا حل بہر حال، محققین کی ذمہ داری ہے۔ متن میں متعدد الفاظ کاتب کے سہو یا ''شوقِ تصحیح'' کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ مصنف اور قاری کے درمیان کاتب ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مصنف جب اپنی کتابت شدہ تحریروں کی پروف ریڈنگ خود نہیں کرتے یا وہ کسی ماہر پروف ریڈر کی نگاہ سے نہیں گزرتیں تو متن میں کئی خوف ناک تسامحات جنم لیتے ہیں۔ مرزا اشرف علی خاں فغاں نے غالباً اسی صورتِ حال سے تنگ آ کر کاتب کی شان میں ''قطعہ در ہجو کاتب'' کے نام سے چند اشعار لکھے تھے۔ ملاحظہ ہوں:

یہ جو میرا ہے راقم دیوان
تحفہ نسخے کا بھولا بھالا ہے
کچھ نہ سیکھا غلط لویسی بن
ہوش جس روز سے سنبھالا ہے
ہائے ہوز سے وہ لکھے ہے حنا
آپ کا رسم خط نرالا ہے
قاتل طبع زاد ہے ظالم
میں نے دشمن بغل میں پالا ہے
زندگی ہے مِری سخن جس کو
سہو کاتب نے مارا ڈالا ہے (۲۶)

متن کے ساتھ ساتھ ترقیمہ بھی چونکہ کاتب ہی لکھتے تھے۔ اس لیے اشرف علی فغاں کا مذکورہ قطعہ یاد آ گیا۔ اس ساری بحث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے، ترقیمہ، متن کے سن و سال اور عہدِ تصنیف و تسطیر کے بارے میں بڑی اہم معلومات پہنچاتا ہے جو محقق کی مشکلات کو کم کرنے کا ذریعہ بنتا۔ ترقیمہ کو تحقیق و تدوین کی اصطلاحات میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہ تصنیف کے ساتھ مصنف یا کاتب کے عہد کی سیاسی، سماجی، تہذیبی اور ادبی احوال کے بارے میں بھی معلومات بہم پہنچاتا ہے اور قمری سال کے ساتھ ساتھ عیسوی اور شمسی سنین و تواریخ کے تعین میں بھی اہم مدد دیتا ہے۔ اب کتابت اور بڑی حد تک خطاطی کی جگہ کمپیوٹر نے لی ہے۔ اس لیے آج کمپوزیٹر کے علاوہ خود مصنف بھی ترقیمہ کو چنداں اہمیت نہیں دیتے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ترقیمہ کی جگہ ''پرنٹ لائن'' نے لے لی ہے۔ پرنٹ لائن میں کم و بیش وہی کوائف درج کیے جاتے ہیں، جو عہدِ قدیم کی تصانیف میں درج ترقیموں کی ایک عبارت کی صورت میں ملتے تھے۔ ظاہر ہے ترقیمے کی کوئی بھی صورت ہو تاریخ کتابتِ متن کے تعین میں یہ ایک خارجی وسیلہ ثابت ہوتا ہے۔ کاتب، مصنف کے عہد اور طرزِ اسلوب سے جتنا قریب اور واقف ہوگا املا اور زبان و بیان اتنا ہی مصنف اور متعلقہ عہد کے مزاج کے مطابق ہوں گے۔ متن کے ساتھ ترقیمہ کی موجودگی محقق کو متن کے خارجی عوامل کی تحقیق میں مزید آسانی فراہم کرتی ہے۔ اس طرح تحقیق و تنقیدِ متن کی روایت کو آگے بڑھانے میں مدد ملتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر: اصول تحقیق و ترتیب متن، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۱۹۹۴ء، صفحہ نمبر ۱۵۵

۲۔ ایضاً صفحہ نمبر ۱۴۳

۳۔ شان الحق حقی: فرہنگ تلفظ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، بار اوّل ۱۹۹۵ء، صفحہ نمبر ۲۹۲

۴۔ گیان چند، ڈاکٹر: تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء، صفحہ نمبر ۵۶۵

۵۔ سید احمد دہلوی، مولوی: فرہنگ آصفیہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، صفحہ نمبر ۶۰۳

۶۔ عبدالمجید، خواجہ: جامع اللغات، جامع اللغات کمپنی، لاہور، جلد دوم صفحہ نمبر ۲۰۴

۷۔ خلیق انجم: متنی تنقید، انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی، بار دوم، صفحہ نمبر ۲۰

۸۔ ایضاً صفحہ نمبر ۳۸۔۱۳۷

۹۔ ترقیمہ تذکرہ طبقات الشعرا از قدرت اللہ شوق، مرتبہ نثار احمد فاروقی مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اوّل ۱۹۶۸ء صفحہ نمبر ۶۴۰

۱۰۔ تذکرہ ہندی (مصحفی) مرتبہ مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن، طبع اوّل ۱۹۳۳ء، صفحہ نمبر ۲۸۳

۱۱۔ مشفق خواجہ: جائزہ مخطوطات اُردو، مرکزی اُردو بورڈ، لاہور، بار اوّل ۱۹۷۹ء، صفحہ نمبر ۳۰۲

۱۲۔ مختار الدین احمد، مشمولہ مقالات تحقیق مرتبہ: ڈاکٹر وحید قریشی، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور بار اوّل ۱۹۸۸ء، صفحہ نمبر ۱۱۴

۱۳۔ مشمولہ جائزہ مخطوطات اُردو، صفحہ نمبر ۶۵۳

۱۴۔ جائزہ مخطوطات اُردو، حاشیہ صفحہ نمبر ۶۵۳

۱۵۔ ایضاً صفحہ نمبر ۶۵۷

۱۶۔ ایضاً صفحہ نمبر ۹۷۲

۱۷۔ ایضاً صفحہ نمبر ۹۷۳

۱۸۔ ایضاً صفحہ نمبر ۴۴۹

۱۹۔ فہرست مخطوطات، ادارہ ادبیات اُردو، جلد دوم، حیدرآباد، صفحہ نمبر ۴۹۸، بحوالہ اصول تحقیق و ترتیب متن، صفحہ نمبر ۱۴۳

۲۰۔ قلق، حکیم غلام مولیٰ: کلیاتِ قلق، مرتبہ کلب علی خاں فائق مجلس ترقی اُردو، لاہور، طبع اوّل ۱۹۶۶ء، صفحہ نمبر ۵۹۵

۲۱۔ سودا، مرزا محمد رفیع سودا، کلیاتِ سودا، مطبع منشی نول کشور، کان پور، بار چہارم، ۱۹۱۶ء، صفحہ نمبر ۶۴۴

۲۲۔ مثنوی جشت عدل مع واسوخت: محمود بیگ راحت، مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اوّل، ۱۹۷۱ء، صفحہ نمبر ۱۲۳

۲۳۔ خلیق انجم: متنی تنقید، صفحہ نمبر ۴۱۴

۲۴۔ ضیاء الدین عبرت میر و غلام علی عشرت، پدماوت اُردو، تصنیف دو شاعر، مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۶ء، صفحہ نمبر ۴۱۴

۲۵۔ مہجور: محمد بخش: نورتن، مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اوّل ۱۹۶۲ء، صفحہ نمبر ۴۱۴

۲۶۔ فغاں، مرزا اشرف علی خاں: دیوانِ فغاں، مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن علیگ، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، طبع اوّل ۱۹۵۰ء، صفحہ نمبر ۱۷۸